Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں باور کرتا ہوں کہ خواہ کتابی سہی، مگر انڈسٹری کا کچھ نہ کچھ علم تو آپ کو ہو گا۔"

"جی کچھ نہ کچھ تو ہے۔"

"اُس صورت میں آپ کو علم ہو گا کہ دِن رات چلنے والی مشینری میں خام مال سے لے کر تیار شدہ مرکب تک ہر ایک مرحلے پر گھنٹے گھنٹے یا آدھ آدھ گھنٹے کے بعد لبارٹری کے ملازمین سمپل حاصل کرتے ہیں اور ساتھ اُن کے ٹیسٹ ہوتے رہتے ہیں، نتائج کا اندراج ہوتا ہے، اور یہ سلسلہ راؤنڈ دی کلاک جاری رہتا ہے۔"

"جی دُرست ہے۔"

"اِس صورت میں، میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں کہ چوبیس گھنٹے کے دوران کسی وقت، کچھ عرصے کے لئے، جو ایک مِنٹ سے لے کر ایک گھنٹے تک کا ہو سکتا ہے، کسی وجہ سے، کسی ایک مرحلے پر، جو خام مال سے لے کر فنشڈ پراڈکٹ تک کوئی بھی سٹیج ہو سکتی ہے، اِنسانی سہو، یا مشینی خرابی کے باعث، ہزاروں پیداواری یونٹوں میں سے سو پچاس یونٹ ایسے بھی نِکل جائیں جن کے اجزاء میں کمی بیشی واقع ہو جائے؟"

"جناب میرا ذاتی تجربہ نہیں ہے،" کامران نے جواب دیا، "مگر جیسا آپ فرماتے ہیں، ممکن تو ہو سکتا ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلسل پیداواری پلانٹ میں کبھی کبھار ایسا حقیقتاً ہوتا ہے۔ اور اگر کسی ایسی چھوٹی بڑی ناقص کھیپ کے بارے میں شکایات موصول ہوں تو اِس مال کو فوری طور پہ واپس منگوا لیا جاتا ہے اور اس کی جگہ دُرست مال مہیا کر دیا جاتا ہے۔"

"یہ تو مالکان کی پالیسی پر منحصر ہے جناب۔"

"میرے مؤکلان کی شُروع دِن سے یہی پالیسی رہی ہے، جس کی تصدیق اُن کے ایجنسی ہولڈرز سے لے کر پرچون فروش اور عام صارفین تک سے کی جا سکتی ہے۔ کیا آپ اِس بات سے اتفاق کریں گے کہ ایسے واقعات، گو روز روز نہیں ہوتے، مگر جب ہوتے ہیں تو انسانی قدرت سے باہر ہوتے ہیں اور اِن کی وجہ سے کسی پر عمداً گناہگاری کا الزام عائد کرنا ناانصافی ہے؟"

"جی۔۔۔۔" کیمسٹ میاں اِنتظار حسین کی باتوں میں اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ آخر وہ بولا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی ہاں۔"

"میرا اَور کوئی سوال نہیں۔" یہ کہہ کر انتظار حسین بیٹھ گیا۔

معمول کی ابتدائی کاروائی کے بعد عدالت نے اعجاز کو بیان شُروع کرنے کی اِجازت دی۔

"کامران کیمسٹ صاحب نے گھی کی تیاری کے جو صنعتی مراحل بیان کئے ہیں، کیا وہ دُرست ہیں؟" خواجہ معراج نے پُوچھا۔

"جی بالکل دُرست ہیں۔" اعجاز نے جواب دیا۔

"آپ کے خیال میں اِزمیر فیکٹری کے اندر گھی کی تیاری میں یہ تمام عوامل مکمل طور پر تکمیل پاتے ہیں؟"

"جی نہیں۔ میری معلومات کے مطابق اِزمیر فیکٹری والے پہلے تو پانچویں اَور چھٹی سٹیج، یعنی پوسٹ نیوٹرلازیشن اَور پوسٹ بلیچنگ کو حذف کر دیتے ہیں۔"

"اِس کی کیا وجہ ہے؟"

"اِس سے گھی کی ایک خاص مقدار ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے۔ اگر وہ یہ عمل صحیح طریقے پر انجام دیں تو یہ مقدار ضائع ہو جاتی ہے، جسے پراسس لاس کہتے ہیں۔ اِس مقدار کا تعین ایک فارمولے کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ وہ فارمولا یہ ہے: تیزابیت، ضرب صفر اعشاریہ تین، جمع دو۔ چونکہ تیزابیت، یعنی ایف ایف اے، پہلے ہی حد سے زیادہ ہے، یعنی صفر اعشاریہ چھ سات فیصد ہے، اِس لِئے پراسس لاس کافی ہو جاتا ہے۔ اِس نقصان کو بچانے کے لِئے یہ لوگ پوسٹ نیوٹرلائزیشن اَور پوسٹ بلیچنگ کو گول کر جاتے ہیں۔۔۔۔"

"گول کر جاتے ہیں؟" جج تارڑ نے بات کاٹ کر پُوچھا۔

"جناب حذف کر دیتے ہیں، اَور ساتویں عمل، یعنی فلٹریشن پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد آٹھویں اَور نویں عمل کو بھی یہ کھا جاتے ہیں۔۔۔۔"

جج تارڑ نے دوبارہ بات کاٹ کر سوال کیا، "کھا جاتے ہیں؟"

سامعین میں چند ایک ہنس پڑے۔

"میرا مطلب ہے جناب کہ حذف کر دیتے ہیں،" اعجاز نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب خواجہ معراج نے دوبارہ اپنی بات شُروع کی۔ "آپ کا مطلب ہے کہ ڈی اوڈو رائیزیشن اور آخری فلٹریشن کے عمل بھی نہیں کرتے؟"

"جی ہاں،" اعجاز نے جواب دیا۔

"اِس سے اُن کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اَور گھی کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟"

"ڈی اوڈو رائیزیشن کا تعلق بدبودار مادے پیدا ہونے کی میعاد سے ہے۔ نتیجتہً گھی میں پرواکسائیڈ ویلیو حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس کی نفی کرنے کے لِئے یہ لوگ مرکب میں ایک کیمیکل بنام بیوٹیرک ایسڈ ڈال دیتے ہیں جو اصلی گھی کی طرح کی خوشبو پیدا کرنے کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ بدبودار مادوں کے پیدا ہونے کا تعین کبھی نہیں ہو پاتا۔ نویں سٹیج پر فلٹریشن ایک اَیسے عمل کے ذریعے کرنی پڑتی ہے جسے ویکیوم سٹیم ڈِسٹی لیشن کہتے ہیں۔ اِس کے نہ کرنے سے انہیں بھاپ پیدا نہیں کرنی پڑتی اَور بھاپ کے لئے بوائلر میں جو ایندھن جلانا پڑتا ہے اُس کی بھی بچت ہو جاتی ہے۔ گھی کو نقصان یہ پہنچتا ہے کہ آخری فلٹریشن نہ کرنے سے کئی ناخالص اجزاء اندر ہی رہ جاتے ہیں۔ پھر نِکل کی ٹریسز کو تلف کرنے کے لِئے سٹرک ایسڈ ڈالنا پڑتا ہے جو نہیں ڈالا جاتا، کیونکہ مہنگا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اَور بھی کئی ہاتھ کی صفائیاں دکھاتے ہیں۔ مثلاً سیلیکٹو ہائیڈروجی نیشن کر کے گھی کا دانا موٹا کر دیتے ہیں، جس سے صارفین کو گمان ہوتا ہے کہ گھی کی کوالٹی عمدہ ہے۔ مگر جنابِ عالی، سب سے بڑی بے ایمانی جو یہ لوگ کرتے ہیں۔۔۔۔۔"

میاں اِنتظار حسین نے اُچھل کر لفظ 'بے ایمانی' پر اعتراض کیا، جس کے ساتھ جج نے اِتفاق کیا اَور اپنے اہلکار کو ہدایت کی اِسے کاروائی سے حذف کر دیا جائے۔ ساتھ ہی اُس نے گواہ اعجاز کو تنبیہہ کی کہ عدالت کا فیصلہ صادر ہونے تک اَیسے الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ پھر اُس نے بیان جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"سب سے بڑی خرابی شُروع میں ہی کی جاتی ہے،" اعجاز نے کہا، "جب خام مال ہی ناخالص حاصل کیا جاتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" خواجہ معراج نے تشریح کی خاطر پُوچھا۔

"جو تیل دِساور سے درآمد کیا جاتا ہے اُس میں جو ناخالص اَور سستا ہوتا ہے وہ خرید کیا جاتا ہے۔ خالص، یعنی ریفائین کیا ہوا تیل بھی آتا ہے، مگر وہ مہنگا ہوتا ہے۔ جو نان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریفائین تیل ہوتا ہے اُس سے گھی بنایا جاتا ہے۔ وہ سخت جما ہوا ہوتا ہے۔ آپ اِزمیر گھی دیکھیں تو چھوٹی بڑی ڈلیوں کی شکل میں ملے گا۔ اِس کا بڑا آسان سا ٹیسٹ بھی ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"خالص بناسپتی گھی کا نقطۂ پگھلاؤ چونتیس سے چھتیس ڈگری سنٹی گریڈ تک ہونا چاہئے۔ چنانچہ اگر اسے ہتھیلی پہ رکھا جائے تو چند سکینڈ میں اِنسانی بدن کی حرارت سے پگھلنا شروع ہو جائے گا۔"

"خواجہ معراج نے جج کو مخاطب کیا۔ "اگر عدالت یہ ٹیسٹ دیکھنا چاہے تو ابھی دکھایا جا سکتا ہے جناب۔ گھی کا ڈبہ یہاں بطور ایگزبٹ موجود ہے۔"

جج تارڑ کی آنکھوں میں پہلی بار دِلچسپی کی چمک پیدا ہُوئی۔ اُس نے اِثبات میں سر ہلایا۔ گھی کا ڈبہ، جو کہ سمپل حاصل کرنے کے بعد ٹیپ سے سیل کر دیا گیا تھا اَور ٹیپ پر چیف کیمسٹ باقر رضوی، کیمسٹ کامران اَور اعجاز کے دستخط موجود تھے، کھولا گیا۔ اعجاز نے ہاتھ اندر داخل کر کے ایک ڈلی سے بڑے بیر کے برابر حصہ توڑا اَور اُسے دُوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رکھ کر سب کے سامنے ہوا میں پھیلا دیا۔ عدالت کے اندر یہ ڈرامائی صورت پیدا ہونے سے لوگوں کی باتوں کی بھنبھناہٹ پھیل گئی۔ متعدد لوگ اپنی جگہوں سے اُٹھ اُٹھ کر اَور ایڑیاں اُٹھا کر دیکھنے لگے۔ اعجاز کے ہاتھ کا رُخ جج کی جانب تھا، جو گردن لمبی کر کے دِلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ دو مِنٹ گزُر گئے، اَور سفیدی مائل گھی کی ڈلی اُسی کی اُسی طرح ہتھیلی پہ جمی رہی۔ ہوا میں بازو پھیلائے پھیلائے اعجاز کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش پیدا ہو چلی تھی۔

"ٹھیک ہے،" جج نے آخر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہُوئے کہا۔ پھر خوش دلی سے بولا۔ "اب تو آپ نے ہاتھ کی صفائی دکھا دی ہے۔"

عدالت میں موجود سب لوگ ہنس پڑے۔ اب خواجہ معراج بھی خوش دکھائی دے رہا تھا اَور بدیع الزمان کی باچھیں کھلی تھیں، حتیٰ کہ شیخ سلیم بھی اپنے پان خوردہ سیاہ دانت نکال کر ہنس رہا تھا۔ صرف مدعی پارٹی، جس میں آج دُوسری بار حاجی کریم بخش شامل ہوئے تھے، غصے سے مُنہ پھلائے بیٹھے رہے۔ اعجاز نے ہاتھ اُلٹا کر گھی کی ڈلی ڈبے میں گرائی اَور رومال سے ہتھیلی کو صاف کیا۔ خواجہ معراج اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا اَور میاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اِنتظار حسین گھوری دار ماتھا اَور رائفل کی نالی کی سی کالی آنکھیں لِئے اُٹھا۔

"جناب ملک صاحب،" وہ بولا، "آپ دھوکہ دہی اَور جعلسازی سے اپنے آپ کو گورنمنٹ کا اِنسپکٹر ظاہر کرکے میرے مؤکل کی فیکٹری میں داخل ہُوئے اَور غیر قانونی طور پہ اِدھر اُدھر گھُومتے اَور کمپنی کے ملازمین سے جھوٹی سچی خبریں حاصل کرتے رہے۔ کیا آپ اِس حقیقت سے اِنکار کرتے ہیں؟"

"جناب یہ ایک پریس رپورٹر کے فرائض میں شامل ہے کہ جہاں سے ہو سکے وہ خبر حاصل کرے۔ اگر ہم لوگوں کو اپنی ڈیوٹی ادا کرنے سے روک دیا جائے تو سارے کا سارا پریس کالعدم ہو کر رہ جائے۔ مگر پھر ملک کا اللہ ہی حافظ۔"

"ملک کا ہر حال میں اللہ ہی حافظ ہوتا ہے ملک صاحب۔ پریس کے فرائض بجا، لیکن اُنہیں دھاندلی، دھونس یا دھوکے سے ٹریس پاس کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ پریس رپورٹر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ پیشہ ور صحافی بھی نہیں ہیں۔ آپ پہلے سکول ماسٹر تھے، جہاں سے غیر پیشہ ورانہ حرکات کی بنا پر آپ کو برخاست کر دیا گیا۔ پھر آپ ٹریڈ یونین لیڈر بنے رہے۔ وہاں سے بھی کچھ عرصے کے بعد آپ کی اپنی ہی پارٹی نے آپ نکال باہر کیا۔ اب آپ نام نہاد صحافی بن کر دندناتے پھر رہے ہیں۔"

خواجہ معراج اُچھلا۔ "جناب والا، فاضل کونسل کو اچھی طرح علم ہے کہ اِن باتوں کا زیر کاروائی مقدمے سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ صرف ایک مدعا علیہ کے کردار کو سیاہ کرکے عدالت کے فیصلے پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں۔"

جج اُس اعتراض سے اتفاق کرتے ہُوئے بولا، "میاں صاحب، آپ ایک سینئر ایڈووکیٹ ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ بیان قابل اعتبار ہے یا نہیں۔ برائے مہربانی گواہ کو بیان بھگتانے دیں۔"

انتظار حسین نے معذرت کرکے اپنا انداز جرح ترک کر دیا۔ "آپ کی سائنس کی تعلیم کس حد تک ہے؟" اُس نے قدرے نرمی سے پُوچھا۔

"میری سائنس کی تعلیم تو صرف میٹرک تک ہے،" اعجاز نے کہا۔ "مگر یہ رپورٹ لکھنے کی غرض سے میں نے لائبریری سے کتابیں حاصل کرکے مطالعہ کیا ہے۔ اِس کے علاوہ ٹیکنیکل لوگوں سے گفتگو کرکے معلومات اِکٹھی کی ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی تیاری کے نقائص کو جانچنے کے لِئے کسی بڑی ڈگری کی ضرورت نہیں ہے، اِسے عام فہم طور پہ بھی سمجھا جا سکتا ہے، بشرطیکہ سائنس کا بنیادی علم موجود ہو۔"

"آپ نے،" انتظار حسین بولا، "ابھی ابھی عدالت کو 'ہاتھ کی صفائی' کے طور پہ ایک ٹرک، دکھایا ہے۔ اِسے سیکھنے کے لِئے تو آپ نے کئی گھی کی فیکٹریوں میں ریسرچ کی ہوگی؟"

"جناب یہ کوئی جادو کا تماشا نہیں، بلکہ ایک سکہ بند ٹیسٹ ہے جسے عام لوگ بھی جانتے ہیں۔ اَور میں صرف اِزمیر فیکٹری میں ہی گیا ہُوں۔"

"ظاہر ہے کہ آپ نے دِہاڑی داروں سے تو یہ معلومات حاصل نہیں کی ہوں گی۔ کسی پڑھے لکھے ٹیکنیکل شخص نے ہی آپ کو یہ باتیں بتائی ہوں گی۔"

"جی ہاں۔"

"اور اگر آپ صرف میرے مؤکل کی فیکٹری میں ہی گئے ہیں، تو پھر یہ کوئی اُس کمپنی کا ملازم ہی ہو سکتا ہے۔"

"ممکن ہے۔"

"کیا آپ عدالت کو بتا سکتے ہیں کس نے آپ کو یہ معلومات فراہم کیں؟"

"نو۔۔۔۔" بدیع الزمان اپنی سیٹ پہ بیٹھا بیٹھا ہاتھ اُٹھا کر چلایا۔ "نو!"

ساتھ ہی خواجہ معراج بھی بول پڑا۔ "جناب یہ پریس کے آداب کے خلاف بات ہے۔"

"اِس معاملے کی وضاحت کے لِئے یہ ضروری ہے کہ عدالت کے علم میں لایا جائے کہ یہ معلومات کسی کوالیفائیڈ شخص کی جانب سے آئی ہیں،" انتظار حسین نے کہا۔

"جنابِ عالی، یہ بات غیر اہم اَور غیر ضروری ہے۔ قانونی طور پر عدالت کے لِئے جن باتوں کا جاننا ضروری ہے وہ تصدیق شدہ صورت میں ریکارڈ پر موجود ہیں،" اعجاز نے جواب دیا۔

"میں صرف یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ معلومات آپ کو کسی ذمہ دار شخص نے فراہم کی ہیں، نہ کہ کسی نے شخصی عداوت اَور عناد کی بنا پر دی ہیں۔"

"میں نے عرض کیا ہے کہ اِس کی ضرورت ہی نہیں ہے،" اعجاز نے کہا۔ "جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باتیں ریکارڈ پر اَور زبانی گواہان کی مدد سے پیش کی گئی ہیں وہ ہمارے مؤقف کی تائید کے لِئے کافی سے زیادہ ہیں۔"

"آپ کو علم ہے کہ عدالت آپ کو یہ اِنفرمیشن دینے پر مجبور کر سکتی ہے؟"

"جی ہاں۔ اگر عدالت چاہئے تو سزا کی دھمکی کے زیرِ اثر مجھے فورس کر سکتی ہے۔"

"پھر بھی آپ کیا عدالت کا حکم ماننے پر تیار نہ ہوں گے؟"

جج تارڑ جو صبر سے بیٹھا یہ سب سن رہا تھا، بول اُٹھا "میاں صاحب، آپ اپنے تئیں میری جانب سے کوئی بیان نہ دیں۔ اپنے ارادے اَور فیصلے کا میں خُود مالک ہُوں۔ آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔"

"جناب والا، نہایت ادب کے ساتھ میں گزارش کرتا ہوں کہ اس معاملے کی صفائی کے لِئے بیحد ضروری ہے کہ مدعا علیہ کی معلومات کا سورس عدالت کے علم میں لایا جائے۔ اِس کی اہمیت میں آگے چل کر اپنے دلائل میں واضح کروں گا۔"

جج چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر اعجاز کو مخاطب کر کے بولا۔ "کیا آپ اِس بات پہ رضامند ہوں گے کہ قریب آ کر میرے کان میں، یا میرے چیمبر میں آ کر اُن لوگوں کے نام اَور مقام بتا دیں؟ عدالت اِس انفرمیشن کو جب تک ضروری ہوا اُس وقت تک اخفائے راز میں رکھے گی۔"

"جنابِ عالی، میرے سورسز کا میرے ساتھ ایک اعتماد قائم ہے، میں اِسے توڑ نہیں سکتا۔ یہ ایک راز ہے اَور اپنے قول کے مطابق میں اِس کا محافظ ہوں، افشاء نہیں کر سکتا، چاہے اِس کے بدلے میں مجھے سزا ہی کیوں نہ بھگتنی پڑے۔"

اچانک بدیع الزمان چلا اُٹھا، "ہیشاباشے بچے۔ صحافی کی آبرو سیزر کی بیوی کی آبرو کی مانند ہے، شک و شبے سے بالاتر۔"

"خواجہ صاحب،" جج تلخی سے بولا، "اپنے مؤکل کو کنٹرول میں رکھیں جو مدعا علیہ ہے۔ یا اُسے سٹینڈ پر لے کر آئیں تاکہ حلف کے زیرِ اثر بات کرے۔ اگر اُس نے اِس طرح عدالت کی کارروائی میں مداخلت کی تو میں اُس پہ چارج لگا دوں گا۔"

"جناب والا، میرا مؤکل جذبات کی رو میں بہہ کر بول گیا ہے۔ میں اُس کی جانب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے معذرت خواہ ہُوں۔۔۔۔"

ابھی خواجہ معراج نے بات ختم نہ کی تھی کہ بیچ میں حاجی کریم بخش بول اُٹھا۔ اُس کا چہرہ لال بھبھوکا تھا اَور اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔ "جناب یہ سارا واقعہ چوری اَور ڈاکے کی طرح ہے۔ اِس شخص نے میرے گھر میں ڈاکہ ڈالا ہے، میرے وفادار ملازمین کو بہکایا ہے۔ اِس کے جھانسے میں آ کر اُنہوں نے اُس کی آؤ بھگت کی اَور اُس نے اُن کی باتوں کو توڑ موڑ کر میری۔۔۔۔ میری۔۔۔" حاجی کی آواز روہانسی ہو گئی، "عمر بھر کی محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔۔۔۔" بیچ میں میاں اِنتظار حسین کی آواز آ رہی تھی۔ "جناب میں اپنے مؤکل کی جانب سے معذرت پیش کرتا ہُوں۔۔۔۔۔"

اِسی دوران اعجاز نے دوبارہ بولنا شُروع کر دیا۔ "حاجی کریم بخش صاحب نے مجھے گورنمنٹ اِنسپکٹر سمجھ کر رشوت کی پیشکش کی تھی۔۔۔۔"

بیچ بیچ میں جج کی چوبی ہتھوڑے کی ٹھک ٹھک اَور "خاموش، خاموش، آپ بیٹھ جائیں، بیٹھ جائیں۔۔۔۔ میں عدالت خالی کرا دوں گا" کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک وقت میں خواجہ معراج، میاں اِنتظار حسین اَور اعجاز تینوں ایک ساتھ بولتے چلے جا رہے تھے۔ سامعین کی بھنبھناہٹ تیز ہو گئی تھی اَور کئی لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے تھے۔ اُن کی آوازوں کے اُوپر اُوپر بدیع الزمان کی چیختی ہُوئی کھانسی کی آواز اُٹھ رہی تھی۔ اِس سارے منظر کے اوپر جج کا غصیلہ چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ عدالت میں چند مِنٹ تک مکمل اِنتشار کی کیفیت رہی۔ دونوں وکیل اپنے اپنے مؤکلان کو خاموش کرانے کی کوشش میں مصروف، ہاتھ پھیلائے، جج کو معذرت طلب نگاہوں سے دیکھے جا رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد آوازیں دبنی شروع ہو گئیں اَور آہستہ آہستہ، سامعین کی ایک آدھ آواز کے علاوہ، عدالت میں خاموشی چھا گئی۔ جج تارڑ نے غضبناک نگاہوں سے عدالت میں چاروں طرف دیکھا، چوبی ہتھوڑا اُٹھا کر سختی سے میز پہ مارا اَور دوپہر کے بعد تک عدالت برخاست کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اُٹھ کر تیزی سے اپنے چیمبر میں چلا گیا۔ اُس کی چال سے برہمی مترشح تھی۔

عدالت کے احاطے سے ذرا باہر نِکل کر نانبائی کی دوکان تھی جہاں خواجہ معراج، بدیع الزمان، اعجاز، شیخ سلیم اَور دو جونیئر وکیل میز کرسیوں پہ بیٹھے ماش کی دال کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روٹی کھا رہے تھے۔ سب خاموش تھے۔ آخر بدیع الزمان نے جرات کر کے بات کی۔

"مقدمہ تو خواجہ ہماری فیور میں جا رہا ہے۔"

"تمہاری بات میں دو سقم ہیں بدیع،" خواجہ معراج نے کہا۔ "ایک تو یہ کہ مقدمہ ہماری فیور میں نہیں جا رہا۔ ایک حد تک جا رہا تھا، آپ لوگوں نے جج کا موڈ بگاڑ کر کام خراب کر دیا ہے۔ دُوسرا یہ کہ مقدموں کے فیصلے ججوں کے ارادوں پر ہی منحصر ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اُس کا اِرادہ کس کے حق میں فیصلہ دینے کا ہے۔ میری ریسرچ بتاتی ہے کہ آدمی چالباز ہے۔ اِس کے ارادے کوئی بھانپ نہیں سکتا۔ جہاں جہاں سے تبدیل ہو کر آیا ہے وہاں سے خبریں ملی ہیں۔"

"مگر کھاجہ صاب،" شیخ سلیم نے معصومیت سے پُوچھا "کنون بھی کوئی چیز ہے کہ نئیں؟"

"میاں صاحب، یہاں کنون شنون نہیں چلتا،" خواجہ معراج شیخ سلیم کے لہجے کی نقل میں بولا۔ "آپ نے کوئی مقدمے بھگتے ہیں؟"

"توبہ جی توبہ،" شیخ سلیم کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ "مجُھے تو بدی نے گھسیٹ لیا ہے، میں کہاں اِس گند میں پیر رکھتا ہُوں۔"

"تو میں آپ کو بتاتا ہُوں۔ کنون کوئی اِینٹ پتھر کی طرح پکی چیز نہیں ہوتی۔ یہ جج کے ہاتھ میں گیلی مٹی ہوتی ہے، جیسی شکل چاہے وَیسی بنا دے۔"

خاموشی سے سب نے کھانا ختم کیا۔ اُن سے اگلی میز پر ایک آدمی سوٹ بوٹ پہنے اکیلا بیٹھا چائے پی رہا تھا اَور مستقل اُنہیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اعجاز نے ایک آدھ بار اُس پر سرسری نظر ڈالی۔ اُسے محسوس ہوا کہ یہ شخص عدالت کے سامعین میں بھی موجود تھا۔ مگر وہاں پہ متعدد لوگ عدالتوں سے فارغ ہو کر اکیلے دُکیلے دو دو چار چار کی ٹولیوں میں بیٹھے کھا پی رہے تھے۔ اعجاز نے اپنے لوگوں کے لِئے چاء کا آرڈر دیا۔ بدیع الزمان نے چائے کی پیالی کے ساتھ دو تین سگریٹ پیئے۔ پِھر سب وہاں سے فارغ ہو کر اُٹھے اَور عدالت کی جانب چل دیئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی عدالت لگی ہی تھی کہ میاں اِنتظار حسین کا ایک جونیئر تیزی سے اندر داخل ہوا۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑی ہُوئی فائل میں سے دو تین کاغذ نکال کر اِنتظار حسین کو دیئے۔ اِنتظار حسین اُنہیں غور سے پڑھتا رہا جبکہ جونیئر اُس کے کان میں کھسر پھسر کرتا رہا۔ اِنتظار حسین نے اُٹھ کر عدالت کو مخاطب کیا۔

"جناب والا، ہمیں کچھ نئی معلومات دستیاب ہُوئی ہیں، جن کی سنگین نوعیت کے پیش نظر میں اپنے مؤکلان کی جانب سے مدعا علیہان کے خلاف جعلسازی کی ایک درخواست پیش کرنا چاہتا ہُوں۔ برائے مہربانی بغرض اِنصاف اِسے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اِس کے علاوہ ہم ایک ایسا ریکارڈ بھی پیش کریں گے جس کے مطابق وہ توہین عدالت کے مرتکب ہوئے ہیں جس کا فیصلہ جناب خُود کریں گے۔ ہمیں چند گھنٹے کی مہلت عنایت فرمائی جائے تاکہ ہم درخواست تیار کر سکیں۔"

جج تارڑ کے چہرے پہ اب شدید اُکتاہٹ طاری تھی۔ اُس نے کوشش کر کے معمول کا لہجہ اختیار کیا۔ "کونسی نئی معلومات کی بنا پر آپ مہلت طلب کر رہے ہیں؟"

"جناب میں پیش ازوقت اِن واقعات کا بیان کرنا نہیں چاہتا۔"

"بھئی آپ کی تازہ ریکویسٹ کی گراؤنڈ کیا ہے۔ عدالت کا وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں آپ کے قریب آ کر بتانے کی اجازت چاہتا ہُوں۔"

جج کے اِثبات میں سرہلانے پر میاں انتظار حسین بنچ کے قریب کھڑا ہو کر سرگوشی میں بات کرنے لگا۔ ساتھ ہی اُس نے چند کاغذات جج کو پکڑائے۔ جج نے اُنہیں ایک نظر دیکھ اُلٹا پلٹا، پھر اگلے روز تک التواء دے کر عدالت برخاست کرنے کا اشارہ دیا۔

خواجہ معراج اُٹھا۔ "جنابِ عالی، جس بنیاد پر التواء دیا جا رہا ہے وہ ہمارے علم میں بھی لائی جائے۔"

"خواجہ صاحب، میں زبانی بات کو ریکارڈ پر نہیں لا سکتا۔ کل مدعیان کی جانب سے درخواست موصول ہو گی تو ساری بات ریکارڈ پر آ جائے گی اَور آپ کو علم ہو جائے گا۔"

"اُس صورت میں اگر ہمیں بھی جواباً مہلت کی ضرورت پڑی تو اُس پر ہمدردانہ غور فرمایا جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کل کا دِن تو آنے دیں۔ سب کچھ سامنے آ جائے گا" جج تارڑ نے کہا۔

عدالت میں سامعین کی باتوں کا شعور پیدا ہوا، جو عدالت کے خالی ہوتے ہوتے ختم ہو گیا۔ مدعیان کی پارٹی کے چہروں پر بشاشت تھی۔ خواجہ معراج اَور ساتھیوں کے چہرے تفکر میں ڈوبے ہُوئے تھے۔ عدالت سے نِکل کر وہ سب، کوئی بات کئے بغیر، ایک دوسرے کو دیکھ کر پریشانی سے سر ہلاتے ہُوئے سیدھے خواجہ معراج کے دفتر پہنچے۔

خواجہ معراج نے کرسی پہ بیٹھتے ہُوئے پُوچھا، "کوئی ایسی بات جس کا مجھے علم نہیں؟"

"ایک ایک بات آپ کے سامنے ہے،" بدیع الزمان نے کہا، "ہمارا کیس تو بڑا سٹرانگ جا رہا ہے۔ ایسی کونسی بات ہو سکتی ہے؟"

خواجہ معراج چند مِنٹ تک ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے سوچتا رہا۔ اُس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ اُس کا دماغ نہایت تیزی سے کام کر رہا ہے۔ "اچھا" پھر وہ بولا، "اب ہمیں سٹرٹیجی کا رُخ تبدیل کرنے پڑے گا۔ آپ اب گھر جائیں اَور کل صبح سات بجے سب یہاں پہ جمع ہُوں۔ بدیع، اعجاز، شیخ صاحب، صبح سات سے ایک مِنٹ بھی دیر نہ ہو۔ اِن بھڑوؤں کی تازہ اِنفرمیشن کا میں پتا نکالتا ہُوں۔ صبح سات بجے،" اُس نے اُنگلی کی نوک میز پہ رکھ کر کہا۔ "یاد رہے۔" تینوں آدمی خواجہ معراج اَور اُس کے دو جونیئر وکیلوں کو دفتر میں چھوڑ کر وہاں سے رخصت ہُوئے۔

اگلی صبح پونے سات بجے، جونیئر وکیلوں سمیت، سب لوگ دفتر میں حاضر تھے۔ ٹھیک سات بجے خواجہ معراج آ پہنچا۔ اُس کے ماتھے پہ تیوری تھی، جس سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ نیند کی کمی کے باعث تھی یا کسی اَور وجہ سے تھی۔ اپنی کرسی پہ بیٹھنے سے پہلے ہی وہ پھٹ پڑا۔

"ٹائپو پریس کا مالک کون ہے؟"

"شیخ سلیم،" بدیع الزمان نے اشارہ کر کے بتایا۔

"یہ مجھے علم ہے۔ میں پُوچھتا ہوں اصل مالک کون ہے؟"

بدیع الزمان نے ایک دو سیکنڈ تک لاجواب سی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ "میں بتا رہا ہوں خواجہ،" وہ بولا، "کہ شیخ سلیم ہی مالک ہے۔ اِس نے اسلم شاہ سے پریس خرید لیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔"

"بدیع، مجھے غلط راستے پہ لگانے کی کوشش نہ کرو۔ ہم نے جو ملکیت کا ریکارڈ دُرست کرنے کی درخواست دی تھی اُس میں شیخ سلیم کو سینیئر پارٹنر قرار دیا گیا تھا۔"

"استغاثے میں صرف پریس کا نام لکھا گیا ہے اَور مدعا علیہ میں 'پروپرائٹر' درج ہے۔ اُس وقت شیخ سلیم سینیئر پارٹنر کی حیثیت سے پروپرائٹر ہی تھا۔"

"گڑ بڑ والی بات ہے،" خواجہ معراج بولا۔ "جج کو صرف ایک بہانے کی ضرورت ہے۔ چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ اِس ملکیت کے معاملے میں مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا۔ اِس کے علاوہ اور کوئی بات میرے ذہن میں نہیں آ رہی۔ ہو نہ ہو، کچھ اُسی کا قِصّہ نِکل سکتا ہے۔ مگر میں بھی سویا نہیں رہا۔ سب معلومات اکٹھی کرلی ہیں۔ اب تُم تینوں میری بات کان کھول کر سنو۔ تُم میں سے کوئی بھی ایک لفظ مُنہ سے نہیں بولے گا۔ جج کے اختیار میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو محکمًا بلا سکتا ہے۔ مگر میں سنبھال لونگا۔ تُم اپنے پبلک اِنٹرسٹ اَور اپنے اصولوں کو اندر کی جیب میں رکھو۔ یہ قانون کا معاملہ ہے۔ اب قانون کی لڑائی ہوگی۔ سمجھ لیا؟"

"ہاں جی،" شیخ سلیم نے سب سے پہلے جواب دیا۔

عدالت کے اندر جب میاں اِنتظار حسین نے درخواست پیش کی تو ایک مزید دھماکہ ہوا۔ بیان یہ کیا گیا کہ "ٹائپو پریس" سے ایک چالو روٹا پرنٹ مشین نکال کر اُسے نامعلوم مقام پر پہنچا دیا گیا ہے، اَور اُس کی جگہ پر ایک چالیس سال پرانی ناکارہ مشین غالبًا کسی کباڑی کی دوکان سے اُٹھا کر رکھ دی گئی ہے۔ چنانچہ اِس وقت پریس میں ایک دستی پیپر کٹر، چند ایک دُوسرے چھوٹے موٹے اوزار اَور یہ ناکارہ مشین رکھی ہے۔ اس کل سامان کی قیمت چند سو روپے سے زیادہ نہیں ہے۔ مدعا علیہان کی یہ حرکات توہین عدالت میں آتی ہیں کیونکہ عدالت کے حکم نامے میں واضح طور پر ہدایت ہے کہ مدعا علیہان کی جائیداد میں سے کوئی شے اُٹھائی یا فروخت نہ کی جائے جب تک کہ اِستغاثے کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ اِستدعا ہے کہ مدعا علیہان کے خلاف جعلسازی اَور توہین عدالت کے مقدمے درج کئے جائیں۔"

یہ بات مدعا علیہان میں سے کسی کے علم میں نہ تھی۔ چند لمحوں تک وہ سب ایک دوسرے کا مُنہ دیکھتے رہے۔ شیخ سلیم کے چہرے پہ ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اُس نے بے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اختیار کرسی سے آہستہ آہستہ اُٹھنا شروع کیا جیسے اُسے احساس ہو کہ عدالت اُس پہ فرد جرم عائد کرنے والی ہے۔ اُس کی دُوسری جانب بیٹھے ہُوئے جونیئر وکیل معیظ الرحمٰن نے یہ دیکھا تو اُسے یوں لگا جیسے شیخ سلیم عدالت سے اُٹھ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اُس نے شیخ سلیم کی کمر کو دونوں بازوؤں کے حلقے میں مضبوطی سے پکڑا اور کھینچ کر اُسے کرسی پہ بٹھا دیا۔

خواجہ معراج اُٹھا۔ "جنابِ عالی، کوئی گواہان پیش نہیں کیے گئے جو اِس امر کی تصدیق کریں کہ یہ واقعہ عمل میں آیا ہے۔ اِس بات کا کیا ثبوت ہے کہ پریس میں رکھی ہُوئی مشین درحقیقت وہی مشین نہیں ہے کہ جو اول روز سے موجود تھی۔"

میاں انتظار حسین جواب میں بولا، "غالب امر ہے کہ یہ حرکت رات کے اندھیرے میں کی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس کے عینی شاہد موجود نہیں ہیں۔ اَور پریس کے دو ملازمین کے لب بھی سیئے ہُوئے ہیں۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ وہ کیسے اپنے مالکان کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں؟"

خواجہ معراج حاضر دماغی سے کام لیتا ہوا بولا، "فاضل کونسل سچ فرما رہے ہیں، بالکل اِسی طرح جیسے ان کے موکلان کے اکاؤنٹنٹ اَور کیمسٹ ملازمین اُن کے خلاف گواہی نہیں دے سکتے۔ یہ ایک قدرتی امر ہے۔"

عدالت کے مجمعے سے دو چار لوگوں کی ہنسی کی آواز اُٹھی۔ جج نے اپنا چوبی ہتھوڑا اُٹھا کر میز بجائی۔ عدالت میں خاموشی ہو گئی۔

"خواجہ صاحب،" جج بولا۔ "اب ہم اِس بات سے آگے نِکل آئے ہیں۔ میاں صاحب کو بیان جاری رکھنے دیں۔"

"میں یہ عرض کر رہا تھا،" میاں اِنتظار حسین نے کہا، "کہ گواہان کی عدم موجودگی کے باوجود، الزام کو ثابت کرنا آسان ہے۔ کسی بھی پریس مشین کا علم رکھنے والے انجینئر میکنیک یا پرنٹر کو بھیج کر مشین کی اِنسپکشن کرائی جا سکتی ہے تاکہ پتا چلے کہ کیا یہ مشین پرنٹنگ کر بھی سکتی ہے یا کہ عرصہ تیس سال سے چلی ہی نہیں اَور نہ ہی چلنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ 'بہ بانگ دُہل' کا پرچہ سامنے رکھ کر ایکسپرٹ سے رپورٹ حاصل کی جا سکتی ہے کہ یہ پرنٹنگ اس مشین کا کام ہے یا کسی دُوسری کا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت خواجہ معراج اِس مخمصے میں تھا کہ عدالت سے وقت مانگے یا کہ کاروائی چلنے دے۔ اگر وقت لیتا ہے تو عدالت کو ازخود حقائق کی تصدیق کا موقع فراہم ہو جاتا تھا۔ اگر کارروائی جاری رہنے دیتا ہے تو اُس کے پاس جوابی دلائل میں وزن پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ اِس موقعہ پر مہلت مانگنا فائدہ مند رہے گا۔ اُس نے حقائق کی تصدیق کرنے کی بنا پر عدالت سے مہلت کی درخواست کر دی۔ جج نے اگلے روز تک وقت دیتے ہُوئے کہا، "یہ سوچ لیں کہ اِس معاملے میں اگر آپ نے مدعیان کے دعویٰ کی مخالفت کرنے کی ٹھانی تو پھر اگلا قدم یہی ہو سکتا ہے کہ عدالت خُود جا کر موقعہ کا معائنہ کرے۔"

مقدمے کے دوران کسی کو پریس کی جانب توجہ دینے کا خیال بھی نہ آیا تھا۔ "ٹائپو پریس" پہنچ کر اُنہوں نے دیکھا کہ ایک زنگ آلود مشین پڑی تھی جسے ایک نظر دیکھ کر ہی پتا چل جاتا تھا کہ کسی کباڑی کی دُکان کے باہر کھلے آسمان تلے سال ہا سال تک پڑی رہی ہے اور لوہے کے بھاؤ بھی نہیں بک سکی۔ کاغذ کا سارا سٹاک بھی غائب تھا۔ اس کے بعد اسلم شاہ کی تلاش شُروع ہُوئی۔ مگر اسلم شاہ گویا روئے زمین سے غائب ہو چکا تھا۔ اُس کے گھر پہ تالا پڑا تھا اور محلے داروں، دوستوں، عزیزوں میں سے کسی کو علم نہ تھا کہ وہ کہاں تھا۔ مایوس ہو کر سب خواجہ معراج کے دفتر میں جمع ہُوئے۔ شیخ سلیم کی بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ اُس کے پان کی پیک کُرتے کے دامن پہ لمبی لمبی خونی لکیریں بناتی ہُوئی بہتی رہی تھی جو راستہ چلتے ہُوئے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی جاتی تھی۔ آخر لگ بھگ آدھی رات کے وقت اُن کی آپس کی بحث ختم ہُوئی۔

"اب مقدمہ فی الحال یہیں پہ چھوڑنا پڑے گا" خواجہ معراج نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"چھوڑنا پڑے گا؟" بدیع الزمان نے چونک کر پُوچھا۔

"یہ میری ریپوٹیشن کا سوال ہے۔ انتظار حسین نے آج تک مجھ سے کوئی مقدمہ نہیں جیتا۔"

"تو کیا۔۔۔۔" بدیع الزمان ہکلاتا ہوا بولا، "تو خواجہ کیا تُم ہمیں فارغ کر رہے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"فارغ؟ کیا بکواس کر رہے ہو بدیع، فارغ تو تجھے میں مر کر بھی نہیں کروں گا، اپنی فیس تیرے ذِمے چھوڑ جاؤں گا، جو تو میرے وارثوں کو ادا کرے گا" وہ مُنہ کھول کر ہنسا، پھر فوراً سنجیدہ ہو کر بولا، "مقدمے کا رُخ بالکل بدل چکا ہے۔ وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا۔ جج ہوسٹائل ہو گیا ہے۔ لیکن میں بھی آپ لوگوں کی طرح آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھا رہا۔ میرے پاس بھی ایک ہتھیار ہے۔ میں اُسے استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر اب کرنے پڑے گا۔"

"وہ کیا ہے خواجہ؟"

"تُمھیں میں ابھی سے بتا دوں تو کل سارے شہر کو پتا چل جائے گا۔ بس خاموشی سے دیکھتے جاؤ۔ کل جج کا عندیہ اَور اُس کا رُخ دیکھ کر فیصلہ کرونگا۔ اب آپ سب گھر جائیں اَور کل عدالت لگنے سے آدھ گھنٹے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔"

اگلے روز جج محمد حسین تارڑ نے فریقین سے اپنے خطاب میں مقدمے کو مختصراً نبٹانے کے لِئے کہا، جس کے دوران اُس نے استغاثے کی غیر معمولی طوالت کے علاوہ مدعیان کی آخری درخواست کا بھی ذکر کیا۔ اِس کے بعد اُس نے میاں اِنتظار حسین کو آخری دلائل کی شکل میں عدالت سے خطاب کی دعوت دی۔ اِنتظار حسین نے دلائل شُروع کئے تو خواجہ معراج اُس کی طرف سے توجہ ہٹا کر اپنے جونیئر کو درخواست کی نوک پلک دُرست کرنے کی ہدایت دینے لگا۔

"میں نے جو دلائل پیش کئے ہیں،" میاں اِنتظار حسین کہہ رہا تھا، "اور جو مزید شواہد عدالت کے روبرو رکھے گئے یا عدالت کے نوٹس میں آئے، اُن کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ رپورٹ کو لکھنے اَور شائع کرنے میں بدنیتی کارفرما تھی، کیونکہ یہ نام نہاد صحافی، جس کا اصل پیشہ زمینداری اَور گُڑ کا بیوپار ہے، اور جو مختلف اوقات میں ٹریڈیونین کے کام میں بیرونی ایجنٹ کے طور پر کام کرتا رہا اَور آخر میں شرانگیزی کے اِلزام میں اس کی اپنی پارٹی نے اِسے نکال باہر کیا تھا، جعلسازی کے ذریعے میرے مؤکلان کی پراپرٹی کی حدود میں داخل ہوا، اَور وہاں اِس نے دھوکے کی آڑ میں اُن کے ملازمین کو ورغلا کر جھوٹی رپورٹ تیار کی۔ پھر وہ ایک ایسے شخص کے پاس گیا جس کا پیشہ ہی اپنے نام نہاد ہفتہ وار اخبار میں شریف لوگوں کی پگڑیاں اچھالنا اَور اُنہیں بلیک میل کرنا ہے۔ اِن دونوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے ایک سازش کے تحت یہ رپورٹ چھاپی اور پبلک میں تقسیم کی۔ ان کا اصل مقصد کیا تھا، اُس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مگر ایسا موقعہ آنے سے پہلے ہی میرے مؤکلان نے قانون کا سہارا لیا۔ مدعا علیہان کی بدنیتی کا اگر مزید کوئی ثبوت درکار تھا تو وہ اُن کی تازہ ترین حرکات سے سامنے آ گیا ہے۔ چنانچہ شواہد آمدہ سے مدعی کا مقدمہ ہرجانہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ مطلوبہ یا متدعویہ رقم حاصل کرنے کا حقدار ہے، اور اِس روشنی میں دعویٰ بمعہ خرچہ ڈگری فرمایا جائے۔"

جج نے خواجہ معراج کو اپنے دلائل دینے کی دعوت دی ہی تھی کہ خواجہ معراج نے اُٹھ کر کہا، "میں اپنے مؤکلان کی جانب سے اِس عدلت پر عدم اعتماد کی درخواست دے رہا ہوں جس میں اِستدعا کی گئی ہے کہ اِس مقدمے کو کسی دُوسری عدالت میں تبدیل کیا جائے۔"

جج تارڑ، مُنہ سے کچھ بولے بغیر، غصے اور حیرت کے ملے جلے جذبات لِئے وکیل کو دیکھتا رہا۔ پھر سامعین کے شور کو دبانے کے لِئے اُس نے دو تین بار اپنا چوبی ہتھوڑا میز پر مارا۔ خواجہ معراج کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جسے ہوا میں لہرا کر وہ بولا،

"ہمارے پاس یہ ایک شہادت ہے جس کی ٹھوس بنیاد پر ہمارا مؤقف ہے کہ آپ اِس مقدمے میں غیرجانبداری سے انصاف نہیں کر سکتے۔ اُس نے آگے بڑھ کر وہ کاغذ جج کے سامنے رکھ دیا۔ جج نے ایک نظر اُسے دیکھا اور آنکھیں ہٹا لیں۔ کوشش کر کے اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

"آپ نے پہلے ہی عدالت کا بہت وقت ضائع کیا ہے،" وہ کم و بیش متوازن آواز میں بولا۔ "اب آپ توہین عدالت کے جرم سے بچنے کے لِئے یہ کاغذ کا ٹکڑا خُدا جانے کہاں سے بنوا کر لے آئے ہیں۔ میں اِس لیٹ شہادت کو نہیں مانتا۔ آپ واپس لے جائیں۔ دِس منٹ کے لِئے عدالت برخاست کرتا ہُوں۔ اُس کے بعد فیصلہ سناؤنگا۔" اُس نے چوبی ہتھوڑا میز پہ مارا اور اُٹھ کر اپنے چیمبر میں چلا گیا۔ اُس کے جاتے جاتے خواجہ معراج چلایا،

"آپ اِس شہادت کی روشنی میں نہ اِس مقدمے کی سماعت کے اہل ہیں نہ فیصلہ سنانے کے۔ ہم کاروائی کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جج سنی ان سنی کر کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اُسی وقت خواجہ معراج نے اُس بڑے سائز کے کاغذ کی پانچ سات کاپیاں سامعین میں تقسیم کر دیں۔ کاپیاں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں اور ایک سے دُوسرے کو منتقل ہونے لگیں۔ ایک کاپی میاں انتظار حسین تک پہنچی، جسے دیکھ کر میاں انتظار حسین نے رد کرنے کے انداز میں ہاتھ ہوا میں لہرایا اور کاپی اپنی پارٹی کے دُوسرے افراد کو پکڑا دی۔ اُسے دیکھ کر دُوسروں کے چہرے پہ کچھ پریشانی کے آثار نمودار ہُوئے۔ یہ چند ماہ پُرانی اخبار کی ایک تصویر تھی جس میں حاجی کریم بخش کی پوتی کی شادی کے موقع پر جج محمد حسین تارڑ کو دولہا، دُلہن اور حاجی کے علاوہ چند دوسرے عزیزوں کے ہمراہ درمیان میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا تھا۔ خواجہ معراج نے جونیئر وکیل معیظ الرحمن کو عدالت میں ٹھہرنے کی ہدایت کی اور باقیوں کو لے کر باہر نِکل گیا۔

عدالت کے دروازے سے کچھ فاصلے پر چار آدمی جیبوں میں ہاتھ دیئے کھڑے تھے۔ خواجہ معراج، ایک جونیئر وکیل، اعجاز اور شیخ سلیم۔ پانچواں شخص بدیع الزمان تھا جس کے دونوں ہاتھ مصروف تھے۔ وہ ایک سگریٹ سلگاتا، دو طویل کش لے کر دیر تک کھانستا رہتا، جس سے اُس کا چہرہ سرخ اور آنکھیں اشک آلود ہو جاتیں، پھر سگریٹ پھینک کر کانپتے ہُوئے ہاتھوں سے دُوسرا سلگاتا۔ دُوسرے چاروں پاس کھڑے خفیف سی پریشانی سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

"صبر کر بدیع،" خواجہ معراج نے کہا۔ "صبر کر۔ دھوئیں کی چمنی بن کر ماحول کو کثیف کر رہا ہے۔"

"خواجہ،" بدیع الزمان کھانسی کے دورے سے فارغ ہو کر روندھی ہُوئی آواز میں بولا، "کہیں معاملہ ہاتھ سے تو نہیں نِکل جائے گا؟"

"نِکل کے کہاں جائے گا؟ اب یہ معاملہ تیرے ہاتھ میں نہیں، میرے ہاتھ میں ہے۔ قانون کا میدان ابھی کھلا پڑا ہے۔"

"تارڑ فیصلہ تو ہمارے خلاف دے گا۔"

"دینے دو۔ ایسا فکس کرونگا کہ یاد رکھے گا،" خواجہ معراج نے کہا۔

بدیع الزمان کو ایک کش کے بعد ایسا اچھو لگا کہ اُس کی سانس رُکنے کو آئی۔

اعجاز نے اُس کی پُشت پر ہاتھ مار کر اُس کا دم ہموار کیا۔ چند مِنٹ کے بعد عدالت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ایک شور اُٹھا۔ سب کی توجہ اُس طرف مبذول ہو گئی۔

"اللہ رحم کرے،" شیخ سلیم نے کہا۔

معیظ الرحمٰن بھاگتا ہوا کمرہ عدالت سے باہر آیا۔ اُس نے ایک کاغذ پہ اپنے شکستہ خط میں لکھی ہُوئی عبارت خواجہ معراج کے ہاتھ میں تھمائی۔ "خلاف چلا گیا" وہ بولا۔ "جلدی میں اِتنا ہی لکھ سکا ہُوں۔"

سب خواجہ معراج کے دائیں بائیں اَور عقب میں کھڑے ہو کر پڑھنے لگے۔

"مدعی---- نے اپنا کیس---- ثابت کر دیا ہے۔ مدعا علیہان کے عدم تعاون کے رویے کے باوجود---- مختلف عوامل کے پیش نظر---- نرمی کا رویہ اختیار کرتا ہُوں۔ تاہم---- انصاف کے تقاضے کے مطابق مدعی کے حق میں فیصلہ ناگزیر---- مدعا علیہان---- ازالہ حیثیت عرفی---- مجموعی طور پہ پچھتر ہزار روپے مدعی کو ادا کریں---- سات یوم کی رخصت برائے اپیل----"

خواجہ معراج نے دونوں ہاتھوں میں کاغذ کو چر مر کر کے اُس کا چھوٹا سا گولہ بنایا اَور زمین پر پھینک دیا۔ ایک مِنٹ تک سب خاموش ایک دُوسرے کا مُنہ دیکھتے رہے۔

"کھاجا صاب،" پھر شیخ سلیم بولا، "بس؟"

"بس کا کیا مطلب؟"

"قید کی سزا تو نہیں ہُوئی؟"

"شیخ صاحب، تُمہیں قید کی پڑی ہُوئی ہے، میں اِسے ایک پائی بھی دے جاؤں تو میرا نام خواجہ معراج دین سے بدل کر سراج دین ارائیں رکھ دینا۔ میں کچی گولیاں نہیں کھیلا۔"

قید کی فکر سے آزاد ہو کر شیخ سلیم کو زبان لگ گئی۔ "مگر کھاجا صاب، کنون تو ہمارے حق میں جا رہا تھا؟"

"بالکل جا رہا تھا۔ مگر شیخ صاحب، یہ----" خواجہ معراج نے ہاتھ آگے بڑھایا اور شیخ سلیم کی آنکھوں کے قریب اُنگلیوں پر انگوٹھا رگڑ کر دکھایا۔

"ہیں جی؟"

"ہیں جی کیا مطلب؟ پیسا، شیخ سلیم، پیسا۔ تارڑ پیسا کھا گیا ہے۔ اوکاڑے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہے جہاں کل چار ایکڑ اِس کی زمین ہے اَور ایک کچا پکا مکان ہے۔ کھائے گا کیسے نہیں؟ پیسا چل گیا ہے۔ سمجھ گئے؟"

"ہاں جی۔ مگر اللہ کا شکر ہے قید کی سزا سے بچ گئے۔"

"یار شیخ،" خواجہ معراج اِنتہائی اُکتاتے ہُوئے لہجے میں ہاتھ جوڑ کر بولا، "جا، اب تو جا۔" پھر اُس نے دونوں ہاتھ جدا کر شیخ سلیم کے سامنے اِس طرح لہرائے جیسے اُس کو ہوا دے رہا ہو۔ "جا۔ گھر جا۔ تجھے کچھ نہیں ہوتا۔"

شیخ سلیم حیران کھڑا خواجہ معراج کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا، "میں نے تو کچھ نہیں کہا کھاجا صاب۔ شکُریئے کا لفظ ہی بولا ہے۔"

"میرا شکُریہ ادا کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔"

"نہیں جی، خُدا کا شکُریہ ادا کیا ہے۔"

خواجہ معراج چند لمحوں تک اُسے اَیسے اچنبھے سے دیکھتا رہا جیسے اُس کو اپنی آنکھوں پہ اعتبار نہ آرہا ہو۔ پھر اُس نے تسلی کے انداز میں شیخ سلیم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تو جا، مسجد میں شکُرانے کے نفل ادا کر، صدقہ دے۔ چار چھ دِن آرام کر، تجھے کوئی نہیں پُوچھے گا۔ میری بات پہ یقین کر تو اُس کے بعد بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔"

شیخ سلیم اسی حیرانی کے عالم میں بڑبڑایا، "کھاجا صاب تو اَیسے ہی ناراض ہو رہے ہیں۔"

بدیع الزمان کو یکے بعد دیگرے متعدد گہری بلغمی کھانسی کے دورے پڑے۔ جب وہ سنبھلا تو خواجہ معراج سے مخاطب ہوا۔ "اب؟"

"اب کیا؟ دیکھو، عدالت پر عدم اعتماد اَور منتقلی کی درخواست دی جا چکی ہے۔ مگر بیچ میں اُس نے فیصلہ بھی سنا دیا ہے۔ یہ اُس کے اِختیار میں تھا۔ اب تین رستے ہیں،" خواجہ معراج تین اُنگلیاں اُٹھا کر بولا۔ "ہماری درخواست کا فیصلہ ایک۔ مِس ٹرائیل کی درخواست اَور ری ٹرائیل کی استدعا، دو۔ اَور تیسری تو پھر عدالت عالیہ میں اپیل ہے ہی۔ میں نے بتایا ناء کہ قانون کا میدان کھلا پڑا ہے۔ تُم گھر جاؤ اَور لمبی تان کر سو جاؤ۔ اگر اپیل کرنی پڑی تو پھر چند ہزار کی ضرورت پڑے گی۔ مگر وہ اسٹیج ابھی دور ہے۔ تُم نے دیکھا کہ تارڑ نے فیصلے میں 'نرمی' اَور 'درگزر' کے الفاظ استعمال کئے ہیں؟ یہ باتیں بدمعاش نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وَیسے ہی نہیں کر دیں، اپنی تصویر دیکھ کر اُس کے پیر اُکھڑ گئے ہیں۔ اُسے پتا ہے کہ اگر ہم تندہی سے جٹے رہیں تو فیصلہ کالعدم ہو سکتا ہے۔ تارڑ نے اپنے آپ کو اِس مقدمے کی سماعت سے ڈی بار کر لیا ہے۔ عدالت عالیہ ری ٹرائیل کے لئے کسی دُوسرے جج کے پاس واپس بھیج سکتی ہے۔ تُم فکر نہ کرو۔"

"خاص طور پہ جب کہ سب اخبار اِس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں اَور کمنٹ آ رہے ہیں۔" بدیع الزمان نے تائید اً کہا۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑی ہُوئی موٹی سی فائل کھول کر دکھائی۔ "سب تراشے میں نے جمع کئے ہیں۔ یہ دیکھو، پاکپٹن کے ایک ہفتہ وار نے تو اداریہ بھی بڑا سٹرانگ لکھ مارا ہے۔ حالانکہ کیس سب جیوڈس تھا۔ مگر دلیر آدمی ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے اضلاع کا پریس قومی پریس کی نسبت کہیں زیادہ جرات مند ہے۔ یہ نام نہاد قومی اخبار تو حکومت کے اِشتہاروں کے چکر میں گھومتے رہتے ہیں اَور ساٹھ ساٹھ صفحے کے بیکار اخبار چھاپ کر ہمارا سرمایہ ضائع کرتے رہتے ہیں۔ ان کو اُس روز ہوش آئے گا جب اِن کے پاس کھانے کے لِئے کچھ بھی نہ رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے،" خواجہ معراج بے صبری سے بولا۔ "اب تُم جاؤ۔ جب ضرورت پڑی تو بلوا لونگا۔"

"درست۔ درست۔" بدیع الزمان نے کہا۔ "بالکل درست۔"

مگر اُس کا لہجہ اَیسا تھا جیسے سکتے کی حالت میں بول رہا ہو۔

اعجاز نے ابھی موٹر سائیکل پہ پیٹھ جمائی ہی تھی کہ عقب سے ایک آدمی اُس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اُس کی شکل اعجاز کو مانوس سی لگی۔ پھر اُس نے پہچانا کہ یہ وہ خوش پوش آدمی تھا جسے وہ تقریباً ہر روز عدالت میں دیکھتا تھا اَور جو عموماً اعجاز کے کے پیچھے والی سیٹ پہ بیٹھا ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ بھوسلے رنگ کے کوٹ پتلون، سفید قمیض اور ٹائی میں ملبوس ہوتا تھا۔ شکل سے وہ کوئی متمول شخص دکھائی نہ دیتا تھا بلکہ درمیانے درجے کا دفتری اہلکار معلوم ہوتا تھا۔ ایک آدھ بار اعجاز نے اُسے عدالت کے باہر بھی دیکھا تھا، جہاں وہ اعجاز اَور اُس کے سَاتھیوں سے کچھ فاصلے پہ کھڑا اُنہیں اِس طرح دیکھ رہا ہوتا تھا جیسے اسی مقصد کے لِئے وہاں کھڑا ہو۔ اعجاز کو اپنی سابقہ زندگی میں سینکڑوں ناواقف لوگوں سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ یہ سوچ کر کہ یہ شخص اُن میں سے ہی کوئی ایک ہو گا جو اُسے شاید پہچاننے کی کوشش کر